89

مایوسی کے بدنتائج

تعلق باللہ کے ابتدائی مدارج

(فرمودہ ۹ ؍جولائی ۱۹۲۰ء)

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

مَیں نے پچھلے جمعہ میں بتایا تھا کہ مایوسی سے انسان کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور مایوسی ایک خطرناک چیز ہے۔ اُس کے بُرے نتائج میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے شک اور وہم پیدا ہوتا ہے۔ آج بھی جس مضمون کے متعلق بیان کرنے لگا ہوں۔ وہ بھی مایوسی سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ کیا ہے۔ وہ ترکِ عمل ہے۔ کام چھوڑنا۔ ہمت ہارنا۔ مایوسی سے ہی ہوتا ہے۔ کئی کمزوریاں اور کمیاں ہوتی ہیں۔ دینی۔ دنیوی اخلاقی رُوحانی۔ مگر ان کا اکثر باعث اور خطرناک نتیجہ پیدا کرنے والی نااُمیدی اور مایوسی ہوتی ہے۔ جب انسان نااُمید ہو جاتا ہے۔ تو وہ سوال کرتا ہے کہ جب اس کے کامیاب ہونے کی صورت ہی نہیں۔ تو پھر اسے کام جاری رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے وقت میں اس کا دل صاف طور پر جواب دیدیتا ہے کہ جب میرے لیے اُمید ہی نہیں تو پھر کام جاری رکھنا لاحاصل ہے۔ اگر کامیابی کا شائبہ بھی ہوتا ہے تو ایک انسان کام کرنا ترک نہیں کرتا۔ کوئی نہیں۔ جو یہ کوشش کرے کہ خدا بن جاؤں یا ملک بن جاؤں۔ یا میں آسمان پر اسی زندگی میں چڑھ جاؤں، کیونکہ انسان سمجھتا ہے کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے وہ اس کے متعلق کوشش بھی نہیں کرتا۔ مایوسی اسی کا نام ہے کہ انسان سمجھ لے کہ فلاں کام ہو ہی نہیں سکتا۔ مایوسی اور کسی کام کو ناممکن سمجھنے میں کچھ فرق ہے۔ مایوسی اس امر کے متعلق کہتے ہیں جو ایک شخص کو اپنی ذات کے متعلق ہو۔ ایک شخص جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ فتح دنیا میں لوگ حاصل کرتے ہیں۔ مگر وہ خیال کرتا ہے کہ باوجودیکہ فتح لوگوں کو حاصل ہوا کرتی ہے۔ میرے لیے فتح ناممکن ہے۔ یہ خیال اس کا مایوسی ہے، لیکن ایک ناممکن سب جہان سے تعلق رکھتا ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کوئی ہو۔ اس کے متعلق بلا استثناء۔ یہ قاعدہ ہو کہ وہ نہیں

کرسکتا۔ گو بعض چیزیں غلطی سے ناممکن خیال کی جاتی ہیں اور بعض واقعہ میں ناممکن ہوتی ہیں۔ اور بہت سے کسی چیز کی تعریف نہ سمجھنے کی وجہ سے کسی چیز کے ملنے یا نہ ملنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کی ہر چیز کے مدارج رکھے گئے ہیں۔ اور ہر آخری حد تک پہنچنے کے لیے پہلے ابتدائی مدارج میں سے گزرنا اور ان کا طے کرنا ضروری ہے۔ اور پہلے تعریف معلوم ہونی ضروری ہے۔ مثلاً علم کی تعریف جب تک نہ معلوم ہو۔ تو علم میں ترقی ہونا ناممکن ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ ایم اے کی کتب ہی علم ہیں۔ بی اے کا علم نہیں۔ یا بی اے کا علم ہے۔ ایف اے کا علم نہیں۔ یا ایف اے کا علم ہے۔ انٹرنس کا علم نہیں۔ اسی طرح ابتدائی قاعدہ کے متعلق جو سمجھتا ہے کہ وہ علم نہیں۔ تو ایسا آدمی جو قاعدہ کو علم نہیں سمجھتا۔ بلکہ ایم اے یا بی اے یا ایف اے یا انٹرنس کو ہی علم سمجھتا ہے۔ کبھی علم حاصل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ قاعدہ بھی علم ہے۔ اور دوسرے مدارج بھی علم ہیں۔ اور آخری مدارج اسی وقت طے ہو سکتے ہیں۔ جب پہلے درجے طے ہوں، لیکن جو شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگا وہ مایوس ہو جائے گا۔ اور علوم کے حاصل کرنے سے رہ جائے گا۔ ایک شخص جو نشانہ لگانے والے کو دیکھتا ہے اور عین موقع پر مارنا ہی نشانہ سمجھتا ہے۔ جب وہ ابتداءً بندوق اُٹھائے گا۔ تو صحیح اور اعلیٰ درجہ کا نشانہ نہیں لگا سکے گا اس لیے مایوس ہو کر آئندہ بندوق چلانا چھوڑ دیگا، لیکن اگر وہ جانتا ہو کہ بندوق کا اُٹھانا بھی ایک علم ہے اور شست لگانا بھی ایک علم، لیکن اگر وہ جانتا ہوگا کہ بندوق چلانا بھی ایک علم ہے۔ جو درجہ بدرجہ آتا ہے تو پھر اگر اُس کی گولی اس سمت کو جاتی ہے۔ جدھر چلائی گئی ہے۔ تو اس کے لیے کوئی مایوسی کی بات نہیں کیونکہ وہ ترقی اور کمال پر پہنچنے کے قریب ہو رہا ہے۔

پس بہت سے لوگ مقصد حاصل کرنے سے محروم اس لیے رہتے ہیں کہ وہ بڑے درجے کو آگے رکھتے ہیں۔ اور پھر اس کو ناممکن خیال کرکے مایوس ہو جاتے ہیں۔ چونکہ چھوٹے درجے ان کی نظر میں نہیں آتے۔ اس لیے وہ رہ جاتے ہیں۔ اس وقت جو مضمون میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ خدا کا یاد کرنا اور تعلق باللہ ہے۔ ہر مومن کا دل چاہتا ہے کہ خدا کو ملے اور اسکو خدا کی ملاقات حاصل ہو لیکن وہ سمجھتا ہے کہ اسکو خدا کی ملاقات حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس سے مایوس ہوتا ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے علم وسیع ہے کسی خاص درجہ کا نام ہی علم نہیں۔ بلکہ ابجد سے لیکر ایم اے کی ڈگری اور اس کے آگے تک علم چلا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کا تعلق بھی مراتب و درجات رکھتا ہے۔ خدا ایک نقطہ کی مانند نہیں۔ بلکہ وہ ایک وسیع دائرہ کی مانند ہے۔ جس کے کسی حصہ تک رسائی بھی خدا سے تعلق کہلائے گا۔ اور جوں جوں بڑھتا جائیگا۔ تعلق بھی بڑھتا جائے گا۔ اگر یہ ترقی نہ ہوتی۔ تو ہمیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دُعاؤں کی ضرورت نہ ہوتی۔ تعلق باللہ میں اب بھی رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم ترقی کر رہے ہیں۔ پس جس طرح خدا کی انتہا نہیں۔ اسی طرح کسی شخص کا خدا سے ایسا تعلق نہیں ہو سکتا جس کے آگے گنجائش نہ ہو۔ جس طرح ظاہری تعلیم میں مدارج ہیں۔ اور جوں جوں ان مدارج کو انسان طے کرتا چلا جائے علم میں بڑا درجہ پاتا جاتا ہے۔ اسی طرح تعلق باللہ کے متعلق بھی مدارج ہیں۔ جس قدر کوئی مدارج طے کرتا چلا جاتے گا۔ بڑا رتبہ پاتا جائے گا۔ لیکن جو ایک بڑی حد کو سامنے رکھتے ہیں اور نچلی حدوں کو چھوڑتے ہیں۔ وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔

جس شخص کو تھوڑے سے تھوڑا تعلق بھی اللہ سے ہے۔ وہ تعلق باللہ کہلا سکتا اور اسی سے بڑھتے بڑھتے ترقی ہو سکتی ہے۔ ہوشیار بڑھئی جس وقت لکڑی پھاڑنے لگتا ہے تو وہ لوہے کا پتلا حصہ اس میں گاڑنا شروع کرتا ہے۔ اور جوں جوں اس پر ہتوڑا پڑتا جاتا ہے۔ اسی قدر موٹا حصہ لکڑی میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لکڑی کو پھاڑ ڈالتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے دل میں یہ بات ہو کہ وہ سمجھے اُسے خدا سے محبت ہے اور وہ چاہتا ہے کہ خدا کے قرب کی کوشش کرے۔ تو اس کو ایک حد تک تعلق باللہ حاصل ہے جس طرح لکڑی میں لوہا گڑ جاتا ہے۔ بعینہ اسی طرح جس کے دل میں خدا کے ملنے کی تڑپ گڑ جاتی ہے۔ وہ محبت ان تمام روکوں کو جو اس کے رستہ میں ہوتی ہیں۔ دُور کرتی چلی جاتی ہے۔

لیکن جو لوگ تعلق باللہ اسی کو کہتے ہیں کہ خدا ہر وقت سامنے رہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ بھی تعلق باللہ کے بڑے درجوں میں سے ایک درجہ ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اگر یہ نہ ہو۔ تو ابتدائی درجات کو چھوڑ دیا جائے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے۔ تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت صاحب کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ جب حضرت صاحب روٹی کھاتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کسی اور ہی خیال میں ہیں۔ چھوٹا سا روٹی کا ٹکڑا توڑ کر اس کو انگلیوں میں ملتے جاتے۔ اور ریزہ ریزہ کرتے جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ آپ نہیں بلکہ آپ کی انگلیاں کھا رہی ہیں۔ اور چھوٹا سا ٹکڑا منہ میں ڈالتے۔ اس وقت آپ کی زبان پر اکثر آہستہ آہستہ جس میں ہونٹ ہلتے ہوئے نظر آتے۔ اور کبھی ذرا بلند آواز میں سبحان اللہ سبحان اللہ ہوتا۔ جس کو آپ کے پاس بیٹھنے والا ہی سنتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ وہ خواہ کسی کام میں ہوں خدا کی طرف ان کی نظر ہوتی ہے۔

حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ عنہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی کا ذکر سُنایا کرتے تھے۔ انکے ایک مُرید مولوی غلام علی صاحب بٹالوی تھے۔ مرزا مظہر جان جاناں کے لیے ایک دن لڈو آئے اور انہوں نے مولوی غلام علی کو دیئے جنہیں انہوں نے کھا لیا۔ کچھ دیر بعد ان سے دریافت کیا کہ لڈو کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کھا لیے۔ آپ حیران ہوئے کہ ہیں کھا لیے۔ انہوں نے کہا ہاں کھا لیے۔ کہا دونوں۔ کہا

ہاں۔ اس پر آپ جب بہت حیران ہوئے تو انہوں نے کہا کہ کس طرح کھانے چاہیئے تھے۔ فرمایا کسی دن بتائیں گے۔ اتفاق سے ایک دن پھر لڈو آئے۔ تو ایک لڈو کا چھوٹا سا ٹکڑا توڑ کر خدا تعالےٰ کی تعریف شروع کر دی کہ خدا کیسا مہربان ہے کہ اس نے مظہر جانِ جاناں کے لیے اتنا سامان کیا۔ اس لڈو میں میٹھا ہے۔ میدہ ہے۔ وہ کہاں سے آیا۔ اور کتنے آدمیوں نے بنایا۔ خدا نے میرے لیے کتنے آدمیوں کو کام میں لگایا اسی طرح خدا کی نعمتوں کا اتنا ذکر کیا کہ ظہر سے عصر کا وقت ہوگیا۔ اور اذان سُنکر کہا۔ چلو نماز پڑھیں۔ یہ جو کچھ انہوں نے کیا سکھانے کے لیے کیا کہ خدا کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے خدا کے احسانات کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جو دُنیا کے کاموں میں نظر آتے ہیں۔ مگر خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ مگر یہ درجات اسی وقت حاصل ہوتے ہیں۔ جب رُوحانیت کی ابجد پڑھی جاتے۔

غرض تعلق باللہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ انسان محسوس کرے کہ مجھے اللہ سے پیار ہے۔ مجھے اللہ تعالےٰ مل جاتے۔ جب اس کی یہ حالت ہو تو گویا اس نے روحانیت کی ابجد پڑھ لی۔ دوسرا قدم وہ قاعدہ ہے کہ اگر اس کی پابندی کرے تو اس کے لیے کامیابی کے رستے کُھلتے ہیں۔ اور یہ گویا وہ حالت ہے کہ جب ابجد پڑھنے کے بعد حروف ملا کر الفاظ پڑھنے آتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ تعلق باللہ میں جب اللہ کے مقابلہ میں خواہ کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی آجائے۔ تو خدا کے مقابلہ میں اس کو قربان کر دے۔ تجارت ہو۔ زراعت ہو اولاد ہو۔ حکومت ہو۔ عزت ہو۔ جاہ و حشمت ہو۔ علوم ہوں۔ غرض کہ کوئی چیز ہو۔ اگر خدا کے نام کے آگے آجائے تو قربان کر دینے کا تہیہ ہو۔

غرض پہلا درجہ خدا کی محبت کا احساس ہے اور دوسرا دُنیا کی ہر ایک بڑی سے بڑی چیز کا اس کے لیے قربان کرنے کے لیے آمادگی اور اس کا ثبوت۔ اس وقت گویا یہ خدا کی محبت میں دمبدم ترقی پر ہوگا۔ اگر اللہ چاہے تو کوئی چیز اس کے لیے روک نہیں ہو سکتی۔

اس سبق کو یاد رکھو اور مایوسی سے بچو۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو مایوسی سے بچاتے اور ترقی اور کامیابی کی طرف چلاتے۔

(الفضل ۱۵ر جولائی ۱۹۲۰ء)